© rasailojaraid.com



محمد اسحاق بھٹی

# پروفیسر محمد سرور جامعی

پاکستان کے نامور مصنف اور کہنہ مشق صحافی پروفیسر محمد سرور جامعی نے ۱۹ اور ۲۰ ستمبر ۱۹۸۳ء کی درمیانی شب کو ابوظہبی میں وفات پائی، وہاں وہ اپنے بیٹے سے ملاقات کے لیے گئے تھے۔ دو دن بعد ۲۲ ستمبر کو ان کی میت لاہور لائی گئی اور اسی روز دوپہر کے بعد انھیں دفن کر دیا گیا۔ اِنا لِلّٰہ و انا الیہ راجعون۔ نمازِ جنازہ ڈاکٹر اسرار احمد نے پڑھائی۔

سرور صاحب مرحوم اپنے بعض افکار و تصورات کی بنا پر حلقۂ اہلِ علم میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ کچھ حضرات ان سے متفق نہ تھے اور کچھ ان کے مداح تھے۔ وہ ۱۹۰۴ء کو موضع سیکریالی تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات (پنجاب) میں پیدا ہوئے اور اسلامیہ ہائی سکول گجرات سے میٹرک پاس کیا۔ اس زمانے میں برصغیر کی سیاسی سرگرمیاں نقطۂ عروج پر تھیں اور تحریکِ عدمِ تعاون کا زور تھا۔ سرور صاحب بھی اس سے متاثر ہوئے اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم اور دیگر حضرات سے ان کا تعلق پیدا ہو گیا، جس نے آہستہ آہستہ عقیدت کی شکل اختیار کر لی۔ گجرات کے اسلامیہ ہائی سکول میں اس دور میں مشہور صحافی ملک نصراللہ خاں عزیز مرحوم بھی پڑھاتے تھے اور وہ سرور صاحب کے استاد تھے۔

اسی عہد (۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء) میں علی گڑھ میں جامعہ ملیہ کا قیام عمل میں آیا، جس کا افتتاح شیخ الہند مولانا محمود حسن نے کیا۔ فکری اور سیاسی ہم آہنگی کی بنا پر اسلامیہ ہائی سکول گجرات کا الحاق جامعہ ملیہ سے کر دیا گیا تھا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد سرور صاحب علی گڑھ گئے اور جامعہ ملیہ میں داخل ہو گئے۔ اس سے کچھ عرصہ بعد جامعہ ملیہ کو علی گڑھ سے دہلی منتقل کر دیا گیا تو سرور صاحب بھی دہلی چلے گئے جو اس کے ابتدائی دور کے طلبا میں سے تھے اور عربی ادب اور تاریخ ان کے خاص مضامین تھے۔ جامعہ سے بی اے کی سند حاصل کرنے کے بعد وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے مصر گئے اور جامعہ ازہر میں داخلہ لیا۔ چار سال وہاں مقیم رہے۔ قیامِ مصر کے دوران انھوں نے عربی ادب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا، مصر اور عالمِ اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے سیاسی کوائف سے متعلق آگاہی حاصل کی اور وہاں کے قومی ذہن رکھنے والے قائدین کے بارے میں بنیادی معلومات فراہم کیں۔

مصر میں چار سالہ قیام کے بعد وطن واپس آئے تو دہلی گئے اور جامعہ ملیہ میں اسلامی تاریخ کے پروفیسر مقرر ہو گئے۔ اس وقت جامعہ ملیہ کے مہتمم اعلیٰ نامور ماہر تعلیم ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم تھے (جو ہندوستان کے منصب صدارت پر بھی فائز رہے)۔ کار پردازان جامعہ ملیہ نے اس کے طریق تعلیم کو لوگوں سے متعارف کرانے کے لیے پنجاب میں جامعہ کی ایک شاخ قائم کی تو ڈاکٹر صاحب کے ایماسے سرور صاحب پنجاب آ گئے اور تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے عملی صحافت کا آغاز بھی کر دیا اور ۱۹۳۴ء میں روزنامہ "زمیندار" (لاہور) کے عملہ ادارت میں شامل ہو گئے۔ "زمیندار" اس زمانے میں برصغیر کا ایک وقیع اور مقبول ترین اخبار تھا اور سرور صاحب اس کے افتتاحیہ نگاروں کی جماعت کے رکن تھے۔

اب ان کی زندگی نے ایک اور کروٹ لی۔ ۱۹۳۸ء میں وہ ڈاکٹر ذاکر حسین کی ہدایت پر مکہ معظمہ گئے۔ وہاں مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم قیام فرما تھے، سرور صاحب نے مولانا سندھی سے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے علمی، اقتصادی، معاشی اور سیاسی فلسفے اور تعلیمات کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور ان سے بہت متاثر ہوئے۔ اس کے بعد وہ تمام عمر اپنے فہم و فکر کے مطابق اس فلسفے اور تعلیم کی نشر و اشاعت کرتے رہے۔ اس میں اتفاق بھی ہو سکتا ہے اور اختلاف بھی لیکن اس وقت یہ بات ہمارے موضوع سے خارج ہے۔

سرور صاحب مکہ معظمہ سے واپس آئے تو جامعہ ملیہ دہلی میں بیت الحکمت کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا، جس کا بنیادی مقصد شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کے فروغ و ترویج سے متعلق خدمت انجام دینا تھا۔

۱۹۴۲ء میں وہ پھر پنجاب آئے اور لاہور کے روزنامہ "احسان" کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ لیکن اس اخبار کی پالیسی سے عدم اتفاق کے باعث ۱۹۴۳ء میں اس سے الگ ہو گئے۔ اسی سال انھوں نے شاہ ولی اللہ دہلوی اور مولانا عبید اللہ سندھی کے افکار و تصورات اور فلسفہ و حکمت کی تبلیغ و اشاعت کے لیے "سندھ ساگر اکیڈیمی" کے نام سے ایک طباعتی اور اشاعتی ادارہ قائم کیا۔ اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ساتھ ہی تصنیف و تالیف کا سلسلہ جو پہلے سے جاری تھا اور تیز کر دیا۔

قیامِ پاکستان سے پیشتر اگرچہ وہ بعض اخبارات میں بھی کام کرتے رہے، لیکن ان کا اصل تعلق جامعہ ملیہ ہی سے رہا۔ ۱۹۴۷ء میں بھی وہ جامعہ میں استاد تھے۔ موسم گرما کی چھٹیوں میں لاہور آئے تو پاکستان قائم ہو گیا اور پھر دہلی نہیں گئے اور مستقل طور پر لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔ مارچ ۱۹۴۸ء میں جب لاہور سے روزنامہ "امروز" جاری ہوا تو اس کی مجلسِ ادارت میں پروفیسر محمد سرور بھی شامل تھے۔ امروز سے علیحدگی کے بعد اپنے بعض احباب کے ساتھ مل کر لاہور سے ہفت روزہ آفاق جاری کیا۔ آفاق میں انھوں نے مسئلۂ ملکیتِ زمین کے موضوع پر مدلل مضامین لکھے اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے نقطۂ نظر سے اختلاف کا اظہار کیا۔ یہ مضامین علمی حلقوں میں بہت مقبول ہوئے اور ان کی تحسین کی گئی۔ کچھ عرصے بعد یہ اخبار روزنامہ ہو گیا اور چند وجوہ سے سرور صاحب اس سے علیحدہ ہو گئے۔

وفاق سے علیحدگی کے بعد وہ کراچی چلے گئے اور پاکستان کی وزارتِ اطلاعات و نشریات کے محکمۂ مطبوعات میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ لیکن یہاں بھی وہ زیادہ عرصہ نہ ٹھہر سکے اور لاہور واپس چلے آئے۔ لاہور میں انھیں محکمۂ اطلاعات پنجاب کے ڈپٹی ڈائریکٹر مطبوعات مقرر کر دیا گیا، مگر یہاں بھی ان کا دل نہ لگا اور سرکاری ملازمت ترک کر دی۔ ۱۹۵۹ء میں پشاور پہنچے اور روزنامہ "بانگِ حرم" کی عنانِ ادارت سنبھالی۔ بعد ازاں محکمۂ اوقاف کی طرف سے حیدر آباد (سندھ) میں شاہ ولی اللہ اکادمی کا قیام عمل میں آیا تو اس ادارے کے ترجمان "الرحیم" کی ادارت ان کے سپرد کر دی گئی۔ کئی سال اس ادارے سے منسلک رہے پھر مرکزی ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی (اسلام آباد) کے رسالہ "فکر و نظر" کی زمامِ ادارت ہاتھ میں لی۔ دو سال بعد اس سے بھی علیحدہ ہو گئے اور لاہور چلے آئے۔ اگست ۱۹۶۹ء میں ان کا تعلق ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور سے قائم ہوا اور جون ۱۹۷۱ء تک اس ادارے کے ترجمان ماہنامہ "المعارف" کے ایڈیٹر رہے۔ اب کچھ عرصے سے حکومتِ پاکستان کے ماہنامے "الزکوٰۃ" کے ایڈیٹر تھے جو نیشنل پریس ٹرسٹ کی نگرانی میں مرکزی وزارتِ اوقاف کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔

سرور صاحب مرحوم بہت محنتی اور ان تھک کام کرنے والے تھے۔ اپنی تدریسی اور صحافتی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ انھوں نے تصنیفی اور تحقیقی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں۔ ان کی تصنیفات و تالیفات اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تراجم کی فہرست میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں:

۱۔ **مضامین محمد علی**: مولانا محمد علی جوہر کے مضامین کا یہ مجموعہ دو جلدوں میں ہے اور ان مضامین پر مشتمل ہے جو "ہمدرد" میں شائع ہوئے۔ لیکن ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری نے اپنی تازہ تصنیف "مولانا محمد علی اور ان کی صحافت" میں مولانا عبدالماجد دریا بادی کی کتاب "محمد علی — ذاتی ڈائری کے چند ورق" کے چند اقتباس نقل کیے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ یہ تمام مضامین مولانا کے نہیں ہیں بلکہ بعض مضامین مولانا دریا بادی اور "ہمدرد" کے دیگر ارکان ادارہ کے بھی ہیں۔ ڈاکٹر ابو سلمان لکھتے ہیں:

پروفیسر محمد سرور صاحب نے متعدد ایسے مقالات اپنے مرتبہ "مضامین محمد علی" کے دونوں مجموعوں میں شامل کر لیے ہیں جو "ہمدرد" میں محمد علی کے نام سے نہیں چھپے۔ مجھے یقین ہے کہ مولانا دریا بادی نے غلط بیانی نہیں کی۔[1]

سرور صاحب کے مرتب کردہ یہ دونوں مجموعے ۱۹۳۸ء میں مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی نے شائع کیے۔

۲۔ **خطوطِ محمد علی**: ناشر مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی۔ ۱۹۴۰

۳۔ **مولانا محمد علی کے یورپ کے سفر**: ناشر مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی۔ ۱۹۴۰

۴۔ **مولانا محمد علی بحیثیت تاریخ اور تاریخ ساز**: ناشر مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی۔ ۱۹۶۲ء

۵۔ **مولانا عبید اللہ سندھی۔ حالاتِ زندگی اور سیاسی افکار**: ناشر سندھ ساگر اکادمی لاہور۔ ۱۹۴۵ء

۶۔ **تصوف کی حقیقت اور اس کا فلسفۂ تاریخ**: یہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ہمعات کا اردو ترجمہ ہے۔ ناشر سندھ ساگر اکادمی، لاہور۔ ۱۹۴۶ء

۷۔ **تصوف کے آداب و اشغال اور ان کا فلسفہ**: شاہ ولی اللہ کی تصنیف "القول الجمیل فی بیان سواء السبیل" کا اردو ترجمہ۔ ناشر سندھ ساگر اکادمی، لاہور۔

۸۔ **مشاہدات و معارف**: شاہ صاحب کی تصنیف فیوض الحرمین کا اردو ترجمہ۔ ناشر سندھ ساگر اکادمی، لاہور۔ ۱۹۴۷ء

۹۔ **خطبات مولانا عبید اللہ سندھی**: ناشر سندھ ساگر اکادمی، لاہور۔

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مولانا محمد علی اور ان کی صحافت، ص ۶۸، ۶۹، ۷۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



۱۰ ـ کابل میں سات دن ـ اکتوبر ۱۹۱۵ ـ ۱۹۲۲ء : از مولانا سندھی ـ مرتبہ پروفیسر محمد سرور

۱۱ ـ مولانا عبید اللہ سندھی ـ افادات و ملفوظات : ناشر سندھ ساگر اکادمی، لاہور۔

۱۲ ـ ارمغانِ شاہ ولی اللہ : ناشر ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور

۱۳ ـ شاہ ولی اللہ کی کتاب قول فیصل کا ترجمہ ـ

۱۴ ـ شاہ صاحب کی کتاب تاویل الاحادیث کا ترجمہ

۱۵ ـ شاہ صاحب کی تصنیف لمعات کا ترجمہ

۱۶ ـ شیخ نظام الدین اولیا کے ملفوظات فوائد الفواد کا ترجمہ

۱۷ ـ مولانا مودودی کی تحریکِ اسلامی

۱۸ ـ تحریک اسلامی اور اسلامی دستور

۱۹ ـ مسلمان قوم کے اسبابِ زوال

۲۰ ـ پنجابی ادب ـ

ان کتابوں کے علاوہ انھوں نے اور بھی کئی کتابیں تصنیف کیں اور بعض عربی کتابوں کے ترجمے کیے ـ نیز اخبارات و رسائل میں بے شمار مضامین لکھے ـ

سرور صاحب سے میری پہلی ملاقات ۱۹۵۰ء میں ہوئی ـ دسمبر کا مہینہ تھا، مولانا محمد حنیف ندوی نے فرمایا، چلو تمھیں سرور صاحب سے ملائیں ـ اس زمانے میں، میں "الاعتصام" میں کام کرتا تھا، مولانا محمد حنیف اس کے ایڈیٹر تھے اور میں ان کا معاون ـ ! "الاعتصام" گوجرانوالہ سے نکلتا تھا ـ سرور صاحب ہفت روزہ "آفاق" کے ایڈیٹر تھے اور اس کا دفتر ٹمپل روڈ پر تھا ـ دن کو دس بجے کے قریب ہم ان کے دفتر پہنچے تو سرور صاحب موجود نہ تھے ـ معلوم ہوا کہ آنے ہی والے ہیں ـ باہر نکلے تو ایک صاحب ہمیں دیکھ کر جلدی سے سائیکل پر سے اُترے ـ وہ سیاہ رنگ کی شیروانی اور کھلے پائینچے کا پاجامہ پہنے ہوئے اور آنکھوں پر سفید رنگ کے شیشے کی نظر والی عینک لگائے ہوئے تھے ـ نہایت تپاک سے ملے اور گرم جوشی سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا ـ وہیں کھڑے کھڑے مولانا نے ان سے میرا تعارف کرایا اور مجھ سے فرمایا "آپ ہیں سرور صاحب ـ ! سرور صاحب اندر لے گئے، چائے پلائی اور دیر تک مختلف موضوعات سے متعلق باتیں ہوتی رہیں ـ سرخ و سفید رنگ، تیکھے نقش، متوازن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جسم، پورا قد، زبان میں لکنت لیکن گفتگو میں متانت و وقار، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا ندوی کے سامنے سراپا عقیدت بنے ہوئے ہیں۔ رنگ روپ، شکل و شباہت، نقش و نگار اور قد و قامت کے اعتبار سے مصری معلوم ہوتے تھے۔ اندازِ کلام مہذبانہ، طرزِ ادا مؤدبانہ اور لب و لہجہ عقیدت مندانہ۔ کہتے کم تھے، سنتے زیادہ تھے، جیسے کچھ حاصل کرنا چاہتے ہوں — میں خاموش بیٹھا رہا، کسی بات میں کوئی دخل نہیں دیا — یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی۔

اس سے کچھ عرصہ بعد وہ "آفاق" میں توسیع خریداری کے سلسلے میں گوجرانوالے گئے۔ مولانا محمد اسماعیل مرحوم اور مولانا محمد حنیف ندوی سے بھی ملے۔ میں بھی ان کی مجلس میں موجود تھا، لیکن سماع کی حد تک —!!

اس سے چند سال بعد وہ پاکستان کی وزارتِ اطلاعات و نشریات کے محکمۂ مطبوعات کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر کی حیثیت سے کراچی چلے گئے۔ اس زمانے میں انھوں نے دو کتابیں تصنیف کیں، ایک مولانا مودودی کی تحریکِ اسلامی اور دوسری تحریکِ اسلامی اور اسلامی دستور۔ یہ دونوں کتابیں کراچی سے مجھے الاعتصام میں تبصرے کے لیے بھجوائیں۔ میں نے تبصرہ کیا تو شکریے کا خط لکھا۔ چند روز بعد لاہور آئے، مجھے دفتر آکر ملے، مزید شکریہ ادا کیا اور دیر تک مختلف مسائل سے متعلق سلسلۂ گفتگو جاری رہا۔ یہ ۱۹۵۷ء کے اپریل کی بات ہے۔

بعد ازاں وہ محکمۂ اطلاعات پنجاب کے ڈپٹی ڈائریکٹر مطبوعات مقرر ہو کر لاہور آگئے۔ اس زمانے میں ان کا دفتر ایبٹ روڈ پر تھا۔ اس دور میں بھی ان کے دفتر میں یا کہیں اور ان سے ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

اگست ۱۹۶۹ء میں وہ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ سے منسلک ہوگئے۔ اس وقت ادارے کے ناظم ڈاکٹر شیخ محمد اکرام مرحوم تھے۔ وہ سرور صاحب کی صلاحیتوں اور سرگرمیوں سے خوب آگاہ تھے، اسی لیے وہ انھیں ادارے میں لائے تھے۔ یہاں انھیں "المعارف" کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ تقریباً دو سال (جون ۱۹۷۱ء تک) وہ یہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اس اثنا میں انھیں نہایت قریب سے دیکھنے اور ان کے معمولات سے آگاہ ہونے کا موقع ملا۔

وہ بہت محنتی اہلِ علم تھے۔ آٹھ سوا آٹھ بجے دفتر آجاتے اور پھر کام میں جُت جاتے۔ محنت اور احتیاط سے رسالہ مرتب کرتے۔ تمام مضامین پڑھتے اور ان کی تصحیح کرتے۔ اداریے کے علاوہ ایک یا دو مضمون خود لکھتے، کتابوں پر تبصرہ کرتے۔ المعارف کے لیے بعض عربی مضامین کے ترجمے بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کرتے۔ پروف خوانی بھی خود ہی کرتے۔ المعارف کی ادارتی ذمے داریوں کے علاوہ انھوں نے ادارے کے لیے ایک کتاب" ارمغانِ شاہ ولی اللہ" بھی تصنیف کی۔ یہ اپنے انداز کی ایک عمدہ کتاب ہے۔ اس میں مختلف مسائل سے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے افکار و نظریات معرضِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔ وہ وقت پر دفتر آنے کے پابند تو تھے لیکن جانے کے پابند نہ تھے۔ تمام دن کام کرتے رہتے۔ عام طور پر شام کو دفتر سے باہر نکلتے۔ شاید ہی کوئی دن ہوگا کہ شام سے پہلے یا چھٹی کے وقت دفتر سے گئے ہوں۔ اس زمانے میں وہ عربی رسائل و اخبارات سے" امروز" کے سنڈے ایڈیشن کے لیے عالمِ عرب کے سیاسی اور معاشرتی مسائل پر بھی مضمون لکھتے تھے۔

ان میں ایک عادت یہ دیکھی کہ بسکٹ، ڈبل روٹی، مکھن، چائے، چینی، کیلے اور مالٹے وغیرہ اپنے کمرے میں رکھتے۔ اس کے لیے برتن اپنے گھر سے لائے تھے۔ جو شخص ملنے کے لیے آتا، اسے خود چائے بنا کر پلاتے اور کھانے کی مختلف چیزیں پیش کرتے۔ عام طور پر دفتر کے لوگوں کو بھی چائے پلاتے۔ پھر برتن وغیرہ خود ہی صاف کرتے۔ دوسرے سے کام کرانے کے عادی نہ تھے۔

ان کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ جو شخص آتا اس کے مزاج کے مطابق گفتگو کرتے۔ چوہدری علی محمد خادم ان کے پرانے رفیق تھے اور اس زمانے میں لائل پور (حال فیصل آباد) کی تحصیل سمندری سے پنجاب اسمبلی کے رکن تھے، وہ اکثر ان سے ملاقات کو آتے۔" آفاق" میں بھی ان کے ساتھ کام کرتے رہے تھے۔

سرور صاحب مرحوم برصغیر پاک و ہند کے بعض اہلِ علم اور سیاسی رہنمائوں کے بہت مداح بلکہ عقیدت مند تھے۔ ان کے افکار و نظریات سے متعلق اگر علمی انداز میں کوئی بات کی جاتی تو اطمینان سے سنتے اور اعتراضات کا جواب بھی متانت سے دیتے۔ بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی کرتے۔ لیکن اگر کوئی شخص ان رہنماؤں کی نیت پر حملہ کرتا اور سخت الفاظ میں ان کو ہدفِ تنقید ٹھہراتا تو برداشت نہ کر پاتے، سختی کا جواب سختی سے دیتے اور اس سلسلے میں اکثر جذباتی ہو جاتے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی اور مولانا عبید اللہ سندھی کے انتہائی مداح تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نظریات و افکار کو پھیلانے اور عام کرنے میں انھوں نے بڑی محنت کی۔ لیکن سنجیدگی سے نجی مجلسوں میں ان کے بعض تصورات سے اظہارِ اختلاف بھی کرتے اور علمی رنگ میں دوسرے کی مخالفت بھی پوری توجہ سے سنتے۔ ہم بعض دفعہ ان سے ازراہِ مذاق کہا کرتے کہ آپ نے مولانا سندھی کے افکار کی جس انداز سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ترجمانی کی ہے، شاید اس طرح وہ خود بھی نہ کر پاتے۔ اسی طرح مولانا سندھی نے جس اسلوب میں شاہ صاحب کے بعض افکار کی وضاحت کی ہے، اس سے خود شاہ صاحب بھی شاید آگاہ نہ ہوں گے۔

سرور صاحب اس قسم کی باتیں خوش ہو کر سنتے اور ہنس پڑتے۔

وہ پیدل چلنے کے عادی تھے۔ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ سے انسلاک کے زمانے میں وہ شادماں کالونی میں کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ گھر سے پیدل دفتر آتے اور پیدل ہی واپس جاتے۔ ان کی صحت کا ایک راز یہ بھی تھا کہ وہ زیادہ تر پیدل چلتے۔ اس میں ہر شخص ان کا ساتھ نہ دے سکتا تھا، لیکن وہ کوئی تھکاوٹ محسوس نہ کرتے۔ اپنا کام وہ خود ہی کرتے۔ ایک دوست نے بتایا کہ ان کی وفات سے کچھ عرصہ پیشتر وہ ان سے ملاقات کے لیے اسلام آباد گئے، چھٹی کا دن تھا، سرور صاحب نے تہمند باندھ رکھا تھا اور کپڑے دھو رہے تھے۔ پوچھا یہ کیا؟ کہا اپنا کام خود ہی کرنا چاہیے۔

وہ ابتدا ہی سے محنت کے عادی تھے اور اس سلسلے میں اپنے بہت سے واقعات سنایا کرتے تھے۔ جامعہ ملیہ میں تدریس کے زمانے میں بھی انھوں نے خوب محنت کی۔ اس دور میں مدرسین کو جامعہ کی طرف سے بہت کم معاوضہ ملتا تھا اور وہ بھی باقاعدہ نہیں ملتا تھا، اس لیے کہ جامعہ کی مالی حالت بہت کمزور تھی۔ سرور صاحب اگرچہ مالی لحاظ سے مضبوط نہ تھے، لیکن دل کے سخی تھے۔ اب ان کی حالت بہتر تھی اور لڑکے کاروبار کرتے تھے۔ لاہور میں اپنا مکان بھی بنا لیا تھا۔

بعض معاملات میں وہ یاس اور قنوط کا شکار تھے۔ اگر ان سے اختلاف کیا جاتا تو کہتے "نہیں صاحب! ایسا نہیں ہوگا۔" (اپنے مخاطب کو دوران گفتگو میں وہ عام طور پر "صاحب" کہہ کر خطاب کرتے۔ "ہاں صاحب"۔ "نہیں صاحب")۔ ان کے "قنوط" کی وجہ سے ایک دن میں نے ان سے کہا، سرور صاحب، آپ تو قنوط کا اظہار کرتے کرتے "دعائے قنوت" ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد میری موجودگی میں کسی بے تکلف دوست سے کسی معاملے میں قنوط کا اظہار کرتے تو کہتے، "اسحاق صاحب مجھے پھر دعائے قنوت کہیں گے لیکن صاحب! بات وہی صحیح ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔"

بہرحال مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ انھوں نے ذہنی پریشانیوں اور مالی کمزوریوں میں مبتلا رہنے کے باوجود متعدد کتابیں لکھیں اور بے شمار مضمون تحریر کیے۔ ان کی زبان سادہ اور عام فہم تھی، ہر شخص اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پروفیسر محمد سرور جامعی

وہ زندگی کے آخری دور میں ایک سرکاری ماہ نامے "الزکوٰۃ" کے ادارتی فرائض انجام دیتے تھے۔ یہ رسالہ ہمارے ہاں "المعارف" کے مبادلے میں نہیں آتا تھا۔ میں نے انہیں خط لکھا کہ معلوم ہوتا ہے، آج کل آپ بہت امیر ہو گئے ہیں، جن لوگوں پر زکوٰۃ فرض ہے، وہ سال میں ایک مرتبہ بڑی مشکل سے ادا کرتے ہیں، لیکن آپ ہر مہینے زکوٰۃ نکالتے ہیں۔ معلوم نہیں کون کون لوگ آپ کی "زکوٰۃ" سے بہرہ مند ہوتے ہیں، یقیناً آپ کی مرتب کردہ فہرست میں امیر اور غیر مستحق لوگ بھی شامل ہوں گے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم بھی آپ کی "زکوٰۃ" کے مستحق ہیں اور اس کے باوجود محروم ہیں۔ کیا اس ماہانہ زکوٰۃ سے ہمیں بھی کچھ حصہ ملے گا؟ اس کے بعد انھوں نے "الزکوٰۃ" کے انچارج جناب کلیم اختر صاحب کو لاہور خط لکھا اور اس کے گزشتہ تمام شمارے انھوں نے میرے نام دستی بھیج دیے ۔ (الزکوٰۃ مرتب اسلام آباد سے ہوتا ہے اور حوالۂ ڈاک لاہور سے کیا جاتا ہے)۔

سرور صاحب ۷۹ برس کی عمر کو پہنچ گئے تھے، لیکن صحت اتنی اچھی تھی کہ ساٹھ برس سے زیادہ عمر کے معلوم نہ ہوتے تھے۔ کام میں تیزی اور مستعدی آخر وقت تک قائم رہی۔

مرحوم نے ۱۸ مارچ ۱۹۸۳ کو اسلام آباد سے مجھے آخری خط لکھا، جس میں وعدہ کیا کہ اب کے لاہور آیا تو ملاقات کے لیے ضرور تمھارے دفتر آؤں گا۔ لیکن یہ وعدہ اس طرح ایفا ہوا کہ ۲۲ ستمبر ۱۹۸۳ کو ابوظبی سے ان کی میت آئی اور میں ان کے جنازے میں شریک ہوا۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Dr. Zakir Husain Library, Jamia Nagar, Jamia Millia Islamia, New Delhi

# اسلام اور تعمیرِ شخصیت

میاں عبدالرشید

موجودہ دور میں انسانی شخصیت کو روز بروز اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔ قرآن پاک تعمیرِ شخصیت کے لوازم کو موثر اور عام فہم پیرائے میں بیان کرتا ہے اور رسول مقبولؐ کا مقرر کردہ ضابطۂ حیات (شریعتِ محمدی) تعمیرِ شخصیت کے لیے آسان، مختصر اور جامع پروگرام ہے جس پر چل کر افراد اور اقوام دونوں اپنی اپنی استعداد کے مطابق بلند ترین مقامات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کتاب میں اسی چیز کو جدید نظریات کی روشنی میں موثر اور دلنشیں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

صفحات ۳۱۲ قیمت ۲۵ روپے

# طب العرب

ایڈورڈ جی براؤن ترجمہ: حکیم سید علی احمد نیّر واسطی

فاضل مستشرق ایڈورڈ جی براؤن نے لندن کے رائل کالج آف فزیشنز میں ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۱ء میں طب عربی پر چار فاضلانہ خطبات دیے جو بعد میں عربین میڈیسن کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے۔

پروفیسر براؤن نے اپنے ان چار خطبات کے ذریعے طبی ادب، عربی علم طب اور تاریخ علم پر بڑا احسان کیا ہے۔ یہ خطبات علمی دنیا میں بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے گئے اور یورپ کی کئی زبانوں میں ان کے ترجمے بھی شائع ہوئے۔

حکیم سید علی احمد نیّر واسطی نے اس مجموعۂ خطبات کا انگریزی سے سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ کیا اور جا بجا اپنی جانب سے مفید تشریحات اور علمی، فنی و تاریخی تنقیدات کا اضافہ کیا۔ اپنی تشریحات و تنقیدات میں فاضل مترجم نے نہایت قابلیت کے ساتھ جا بجا پروفیسر براؤن کے بیانات کی محققانہ تشریح و توضیح کی۔

صفحات ۵۵۲ قیمت ۳۰ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

© rasailojaraid.com